کبھی اچھی اور صحیح بات فرماتے تھے، اب یہ احساس کہاں رہا، اب ہر ایک دوسرے کو الزام لگاتا ہے اور سیاسی وجہیں پیش کر کے اپنے مریدوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ صحیح وجہ وہی ہے جو شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے۔

شاہ سلیمان تونسویؒ فرمایا کرتے تھے:

"حضرت بایزید بسطامیؒ کی سی انکساری پیدا کرنی چاہیے۔ ایک مرتبہ بارش کی کمی ہوئی، نماز استسقاء کے باوجود بارانِ رحمت نازل نہیں ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ بُرے لوگوں کی شامتِ اعمال سے یہ ہوا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے جب یہ سُنا تو فوراً شہر سے نکل کھڑے ہوئے کہ سب سے بُرا تو میں ہی ہوں[1]"

اب یہ انکساری ہمارے پیر اور پیرزادوں میں باقی رہی؟ اب وہ اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر دوسروں کی غیبت کرتے رہتے ہیں، اور سارا قصور دوسروں کے سر ڈالتے ہیں، اپنے کو پاک دامن اور منزہ عن الخطا سمجھتے ہیں، حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ خود یہ جتنے بڑے ہوتے ہیں کہ الاماں الحفیظ، کاش یہ اپنے اعمال و اخلاق کا جائزہ لیتے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بات بڑی درست فرمائی:

"توحید کا پھول اس زمین میں نہیں اُگتا جہاں شرک، حسد، اور ریا کے کانٹے موجود ہوں[2]"

انصاف سے بتایا جائے آج کون پیرزادہ ہے جو ان عیوب سے پاک ہے، ریا اور حسد ان کی گھٹی میں ہے، دوسروں کی عزت و شہرت ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، دکھاوے کے لیے نہ معلوم کتنی ناجائز باتیں کر گزرتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ کل ہمیں بھی مرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔

(باقی)

---

[1] تاریخ مشائخ چشت۔ ص ۶۲۲ [2] ایضاً

رشید یاسمی کا فلسفۂ اخلاق

از

(جناب لکشمی نرائن وشسشٹ تابش ایم۔اے)

فلسفہ، فارسی ادب کی امتیازی خصوصیت ہے۔ یوں تو فلسفہ کا سکہ پورے ایشیا میں چلتا ہے اور چلتا رہا ہے مگر فارسی ادب میں جو فلسفیانہ نکات ملتے ہیں انھیں بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا گیا ہے اگر رومی، حافظ اور سعدی زندگی میں قنوطی رجحانات کے علم بردار ہیں تو مشہور زمانہ عمر خیام رجائیت کا پرچم بلند کئے ہوئے ہے فارسی ادب کی تاریخ شاہد ہے کہ اس نے زندگی سے جس قدر قریب ہونے کا ثبوت دیا ہے وہ دوسری زبانوں میں بمشکل سے ملتا ہے۔

ایرانی ماحول کتنا حسین ہے اس کا اندازہ ان اثرات سے لگایا جاسکتا ہے جو اردو ادب میں فارسی ادب کے ذریعے پڑے ہیں اور ماحول کی یہ عکاسی ایرانی ادب کی بڑی خصوصیت ہے۔ وہی لہلہاتے سبزہ زار، صاف شفاف چشمے، وسیع سرسبز و شاداب خطے اور دریاؤں کے کنارے پھل دار درخت وغیرہ ایران کی ارضیات کے ہی نہیں بلکہ ادبیات کے بھی اہم اجزا ہیں۔ ان ہی حسین اور وقیع روایات کا سرمایہ عہد حاضر کے مشہور شاعر رشید یاسمی کو ملا ہے۔ ان کی شاعری ان تمام خصوصیات کی آئینہ دار ہے جو عہد قدیم کے فارسی ادب میں ملتی ہیں مگر اس سونے پر سہاگہ کا کام ان کی اس دلچسپ فطرت نے کیا ہے جس کی مثال دور جدید میں ایران میں مل سکے گی۔

علمی طور پر وہ فارسی ادبیات عالیہ کے دلدادہ ہیں لیکن انہوں نے دیگر زبانوں کے ادب سے چشم پوشی نہیں کی ہے۔ ایک طرف ان کی شاعری پر فرانسیسی ادب کا

اثر غالب ہے، دوسری طرف وہ بنگالی سے بھی متاثر نظر آتے ہیں اور پھر انہوں نے بین الاقوامی زبان انگریزی کے گلزارِ ادب سے بھی خوشہ چینی کی ہے اور ان کی تمام ادبی خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے جو ان کی حقیقت پسندی اور فراخ دلی پر دال ہے۔

ان کی شاعری میں رجائیت اور قنوطیت کا حسین امتزاج ملتا ہے، وہ عمر خیام کی طرح زندگی سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے کی تلقین کرتے ہیں لیکن اس طرح عمل کو دل کی بجائے دماغ کے تابع پسند کرتے ہیں۔ وہ رسوائے عالم ایشائی قنوطیت کے قائل ضرور ہیں، مگر وہ رنج و غم کو زندگی کے سب سے بڑے اجزا نہیں سمجھتے۔ یہی اعتدال اور توازن ان کی شاعری کی امتیازی خوبیاں ہیں۔

ان کی شاعری کا عمل سے گہرا تعلق ہے وہ زندگی میں بے حرکتی نہیں وہ ایک انقلاب برپا کردینے والی حرکت کے قائل ہیں۔ وہ جمود کے نہیں، بلکہ اضطراب کے قائل ہیں ایسا اضطراب جو نئی زندگی کی طرف رہبری کرتا ہے ان کی ذاتی زندگی، اجتماعی زندگی اور آفاقی زندگی۔ لیکن مجھے اس مضمون میں ان کی اخلاقی شاعری سے بحث کرنی ہے۔ اوپر بیان کی ہوئی خوبیوں کے علاوہ ان کے یہاں ایسا رچا ہوا اخلاق بھی پایا جاتا ہے جس پر زندگی کی عمارت کھڑی ہے اور جو اس دنیا کے بسنے والوں کو بے حد عزیز ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے زندگی کی حقیقتوں کو بڑے دلکش اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا دل اور دماغ دنیا کی تمام آلائشوں سے پاک و صاف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ ان باتوں سے بخوبی واقف ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ جب وہ بڑھتا جاتا ہے، تو اسے کچھ سمجھ آنے لگتی ہے۔ اور آخر کار جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو اسے کم و بیش دنیا کے نشیب و فراز، سرد و گرم، رنج و راحت اور دیگر متضاد چیزوں کا پتہ چلتا ہے۔ دنیا کی ان متضاد چیزوں کو سمجھنے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر چیز کی حد متعین ہے وہ ان حدوں کو توڑ کر باہر نہیں نکل سکتی۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اسی وقت کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے

جب تکلیف اور پریشانی اٹھائی جائے۔ انگریزی کی مشہور کہاوت یہاں صادق آتی ہے "No pain. no gain." بات یہ ہے کہ جو مصیبت برداشت نہیں کرسکتا وہ زندگی کے آرام و آسائش کی قدر و قیمت سے بھی بے بہرہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مشکل پسندی کی خوبی انسان کو منزلِ بالا پر پہنچا دیتی ہے ؎

رنجہا آموزگارانِ دلند ہر کمالے را نخستیں منزلند
کودک اول چونکہ دیدہ برکشود آئینۂ ادراکِ او بے زنگ بود
ہیچو آبِ صافی اندر بر کہ نہ دراو تشویشی و نہ حرکہ
پس بہر رنجے زچیزے کرد یاد تا چنیں شد در ہمہ کار اوستاد
درد و رنج و گرم و تیمار و حزن غصہ و اندوہ و آسیب و محن
جملہ باشد نردبانِ آگہی کی تو بے رنجی قدم بالانہی
درد ہر چیزیت بداں چیز است راہ چیز خواہی بیشتر دردی بخواہ [رنجہا]

خیال ایک ایسی روشنی ہے جو انسان کو منزلِ مقصود پر پہنچانے میں مدد دیتی ہے اور اندھیرے کو اجالے میں تبدیل کر دیتی ہے۔ خیال پیچیدہ مسائل کو بھی حل کرتا ہے۔ جسم کی آب و تاب اسی سے قائم ہے۔ دل کی آراستگی کا دار و مدار اسی پر ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ صحیح و سالم رہے تو یہ ضروری ہے کہ ہم اسے گندے ماحول سے دور رکھیں۔ گندگی کا آنا خیال کی تباہی و بربادی کی نشانی ہے۔ جب تک خیال کا چراغ نیک نیتی سے جلتا ہے اور اس پر کسی برائی یا کمزوری کا ابر تو نہیں پڑتا تو یہ اپنے نور سے دنیا کو بہشت بنا سکتا ہے جس بہشت میں ہر خاص و عام برابری امن اور محبت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس میں آلودگی آتی ہے تو اس کی تباہی کے آثار نمودار ہوتے جاتے ہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس کو ہر صورت میں ہوا و ہوس کے چکر سے بچایا جائے ؎

چراغیست اندیشہ در مغزِ مرد | کہ بنمایدش رہ بہر کار کرد
دہد روشنی رازِ تاریک را | نماید بدو راہِ باریک را
نہاں خانۂ جاں بدو روشن است | وزو دل چو آراستہ گلشن است
چو خواہی کہ بینش نہ گردد تباہ | زبادش ہمی داشت باید نگاہ

["شمع اندیشہ"]

سستی انسان کی تمام باطنی اور ظاہری خصوصیات پر پانی پھیر دیتی ہے اور اسے کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ اس لئے کاہلی کو ترک کر دینا لازمی ہے جو تمام کامیابیوں اور ترقیوں کے حاصل کرنے میں سدِ راہ ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ جو خوشی کوشش ہی کے ذریعے حاصل کی جائے اصل میں وہی "سرمایۂ آدمی" ہے اپنی ذاتی کوشش ہی میں راحت کے لوازمات پوشیدہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لابدی ہے کہ زندگی میں ایک پیشہ اختیار کرنا چاہیئے تاکہ جسم کو زیادہ پریشانیاں لاحق نہ ہوں ؎

اگر کاہلی بر تو یابند چیر | بفرسودن تو نیابند دیر
یکی پیشہ باید گزیدن کہ تن | زمانے نیاساید از توختن
زکوشش بجو شادی و خرمی | کہ این است سرمایۂ آدمی

دنیا ایک آئینہ کے مانند ہے اگر انسان اسے ہنستا ہوا دیکھتا ہے تو اسے یہ دنیا ہنستی ہوئی نظر آتی ہے (یعنی اسے چاروں طرف خوشی اور شادمانی ہی نظر آتی ہے اور اگر اسے رونی صورت بنا کر دیکھتا ہے تو اس میں دکھ اور تکلیف کے سوائے کچھ نہیں دکھائی دے گا جیسے رات کے وقت ایک مسافر کا گذر گھنے جنگل میں سے ہوتا ہے اور ڈر کی وجہ سے اسے جنگل کا ایک ایک درخت (جنگل کے) خونخوار جانور نظر آتے ہیں اگرچہ اصلیت میں ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح سے آدمی جس نقطۂ نظر سے اس عالم رنگ و بو کو دیکھتا ہے یہ اس کو ویسی ہی نظر آتی ہے۔ اور سندھی کی ایک مشہور کہاوت ہے کہ "جیسی

"در شتی دیسی سرشتی" یعنی جس کی نظر جیسی ہوگی اس کو دنیا ویسی ہی دکھائی دے گی ؎

بروئے جہاں بہ پاکی آئینہ ساں بود کز خوب و زشت ماہمہ در وے نشاں بود
اندوہگیں چو بنگری، اندوہگیں بود در شادماں در آں نگری شادماں بود

اسی بات کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا ہے۔

جہاں چیست آئینہ حالِ ما درو منعکس نقشِ اعمالِ ما
بروئے اندرش گر بخندیم شاد بخندد بما بر چو گل بیش باد
دگر پیش او مویہ کردیم سر نہ بینیم دروی بجز چشم تر
از ایں پیش مردانِ فرخندہ پی بجستند ایں شادمانی ز می

صحت زندگی کی دولت ہے اگر صحت نہیں تو زندگی بے مزہ اور بے لطف ہے انسان، زندگی کی لطافتوں سے اسی وقت لطف اندوز ہو سکتا ہے جب وہ تندرست اور توانا ہو۔ اور تندرستی ورزش کرنے سے آتی ہے اس لئے زندگی کو بدمزگی سے بچانے کے لئے ورزش کرنا ضروری ہے۔ اگر انسان تندرست ہے تو اس کا ہر کام کرنے کو جی کرے گا اور اس کی تمناؤں میں جوش و خروش ہوگا نہیں تو پژمردگی اور افسردگی اس کے دل و دماغ پر طاری ہو جائے گی۔ تندرستی سے ہی انسان خوشی کا مجسمہ بنا رہتا ہے ورزش سے جسم میں نیا خونِ زندگی دوڑتا ہے ؎

ہماں بہ کہ از چشمۂ زندگی ز شادی بجوئیم پایندگی
ز ورزش بخواہیم نیروئے جاں دلِ خرّم و شادئ جاودان

["ورزش"]

یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ جب انسان ہنسی خوشی کی محفل میں جا کر شامل ہوگا اور اپنے آس پاس خندیدگی کا ماحول دیکھے گا تو چاہے وہ کتنا ہی غمگین کیوں نہ ہو کچھ دیر تک کے واسطے ایسے ماحول میں اس کے رنج و غم فراموش ہو جائیں گے اور وہ خوش و خرّم ہو جائے گا ؎

گشتی گم کردہ رہ شاداں شود خندہ بیند لاجرم خنداں شود

["خندہ"] باقی